تفسیر القرآن بالقرآن میں اضواء البیان کا مقام

نورین بٹ *

حافظ محمد عبدالقیوم **

تفسیر قرآن بالقرآن کا تعارف:

قرآن اللہ کا کلامِ معجز ہے اس کے اعجاز کا ایک پہلو اس کے نظم و معانی کی گیرائی اور بلاغت ہے یہ آسمانی ہدایت اور دوامی راہنمائی ہے جس کی تعمیل پر دنیا و عقبیٰ دونوں کی برکت وسعادت کا انحصار ہے جو اس کے معانی و مفہوم کی معرفت ہی سے ممکن ہے ۔ تفسیرِ قرآن کے خاص اصول ہیں جن میں خود قرآن اصل الاصول ہے، علامہ ابن تیمیہؒ اس کو اصح طریق قرار دیتے ہیں۔

"ان اصح الطرق فی ذٰلک ان یفسر القرآن بالقرآن"[۱]

قرآن میں ایک مقام پر جو بات مجمل ہے دوسری جگہ اس کی تفصیل ہے، ایک آیت میں حکم مطلق ہے تو دوسری آیت میں تقیید موجود ہے، ایک آیت میں حکم عام ہے تو دیگر میں اس کی تخصیص موجود ہے، گویا قرآن خود اپنے معانی کو بیان کرتا ہے[۲]، قرآنی آیات کے مفہوم تک رسائی کے لیے قرآن ہی کی دوسری آیات میں یوں دقیق بینی سے کام لینا کہ ایک آیت دوسری آیت کے مقصود کو واضح کرے یا اس کے مراد کی طرف اشارہ کرے یا مفہوم تک پہنچنے کے لیے اس کی طرف رجوع کرنا پڑے یہ سب تفسیر بالقرآن کی ہی صورتیں ہیں، جس کو دیگر تمام تفاسیر پر فوقیت حاصل ہے۔

﴿وَلَا يَأْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا﴾[۳]

"اور یہ لوگ تمہارے پاس جو (اعتراض کی) بات لاتے ہیں ہم تمہارے پاس اس کا معقول اور خوب مشرح جواب بھیج دیتے ہیں"۔

اس اصولِ تفسیر پر امت متفق ہے، نبی کریم ﷺ نے قرآن سے قرآن کی تفسیر کی، صحابہ کرامؓ کا اولین مرجعِ تفسیر قرآن ہی تھا ،اس مأخذ کی اہمیت کے پیشِ نظر علماء و مفسرین نے ہمیشہ اسے ترجیح دی، حتیٰ کہ بعض مفسرین نے اس اصول کے خصوصی اہتمام سے تفاسیر مرتب کیں۔

*پی ایچ ڈی سکالر، شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی لاہور، پاکستان

**ایسوسی ایٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

نبی کریم ﷺ کا منہجِ تفسیر اور تفسیر بالقرآن:

نبی کریم ﷺ پر قرآن کے الفاظ کے ساتھ اس کا مفہوم بھی القاء ہو رہا تھا، چنانچہ آپ ﷺ لوگوں سے کلام اللہ کی تلاوت فرماتے اور ساتھ ہی اس کا مطلب کھول کر بیان کر دیتے، آپ ﷺ نے مختلف طریقوں سے تفسیر فرمائی جن میں اہم طریقہ قرآن سے قرآن کی تفسیر تھا، آپ ﷺ سے ایسی متعدد تفسیری روایات منقول ہیں جو تفسیرِ بالقرآن کی اہمیت کا ثبوت ہیں۔ ان میں مشہور ترین روایت قول باری تعالیٰ ﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَہُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِکَ لَہُمُ الْاَمْنُ وَہُمْ مُّہْتَدُوْنَ﴾[۴]۔ میں لفظ ظلم کی تفسیر کے بارے میں ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہؓ نے ظلم سے اس کے عمومی معنٰی زیادتی مراد لیے اور پریشان ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے سورۃ لقمان کی آیت ﴿اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ﴾[۵]۔ سے یہ وضاحت فرمادی کہ یہاں ظلم سے مراد اس کے خاص معنٰی شرک ہے[6]۔

تفسیر بالقرآن اور صحابہ رسول ﷺ:

نبی کریم ﷺ کے بعد صحابہ کرامؓ مراجع امت ہیں، یہ نفوس قدسیہ براہِ راست نزولِ قرآن کے شاہد و مخاطب تھے، اکثر آیات کے سبب ان کی زندگیوں کے حالات تھے، قرآن انہی کی زبان میں نازل ہوا، تفسیر قرآن میں چار صحابہؓ کو وہ مقام حاصل تھا جو کسی اور کو حاصل نہیں ہوا، ان میں حضرت علی بن ابی طالبؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت اُبی بن کعبؓ شامل ہیں۔ ان آئمہ مفسرین کے نزدیک قرآن تفسیرِ قرآن کا اولین ماخذ تھا، خصوصاً حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ، وہ قرآن کی تفسیر کو سب سے پہلے خود قرآن ہی میں تلاش کرتے، تفسیر بالقرآن کا التزام کرنا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے تفسیری خصائص میں شامل ہے، وہ تفسیر بالقرآن کے مختلف طریقوں تخصیصِ عام، تقیید مطلق، ناسخ و منسوخ کے ملحوظِ نظر تفسیر کرتے، حضرت علیؓ بھی تفسیر میں بلند پایہ رکھتے تھے، ان کی تفسیری روایات کے جائزہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ کا اولین ماخذ تفسیر خود قرآن تھا جیسے کہ قولِ باری تعالیٰ ﴿وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ﴾[۷] کی تفسیر میں حضرت علیؓ نے فرمایا اس سے مراد آسمان ہے اور دلیل کے طور پر یہ آیت تلاوت فرمائی[۸] ﴿وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا﴾[۹]

تفسیر بالقرآن اور تابعین و تبع تابعین:

عہد صحابہ میں ، بلادِ ا سلامیہ میں قائم ہونے والے مدارس تفسیر میں ,تابعین کی کثیر تعداد جلیل القدر صحابہؓ مفسرین سے مستفید ہوئی جن میں مجاہدؒ بن جبر، سعیدؒ بن جبیر، عکرمہؒ، عطاءؒ بن ابی رباح، علقمہؒ بن قیس، اسودؒ بن یزید، قتادہؒ، حسنؒ بصری، مسروقؒ بن الاجدع، ضحاکؒ، سعیدؒ بن مسیب، زیدؒ بن اسلم وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ ان کے نزدیک بنیادی مصدر تفسیر قرآنِ ہی تھا خصوصاً مجاہد کی تفسیر میں یہ اصول نمایاں

تھا جبکہ تبع تابعین میں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم تفسیر القرآن بالقرآن کیلئے معروف تھے۔ قرآن سے قرآن کی تفسیر میں تابعین وتبع تابعین نے تفسیر بالقرآن میں متعدد اسالیب اختیار کیے، جن میں ایک آیت کے عام حکم کی دوسری آیت سے تخصیص، ایک آیت میں وارد غریب لفظ کے معنیٰ کا دوسری آیت سے بیان، سیاق کے قرینہ سے مفہوم کا بیان، کسی آیت کے الفاظ کے مفہوم کے لیے دوسری آیت کی نظیر پیش کرنا اہم ہیں۔

کتب تفسیر اور تفسیر القرآن بالقرآن:

نظری طور پر تفسیر بالقرآن پر باقاعدہ تحاریر نہیں ملتی، جہاں تک تفسیر بالقرآن کی عملی صورت ہے تو یہ اوائل اسلام سے آج تک مقبول ومتداول رہی ہے، قرآن کی کوئی تفسیر ایسی نہیں جو اس صنفِ تفسیر سے خالی ہو، البتہ بعض مفسرین نے جن میں ابنِ کثیر کا نام سر فہرست ہے، اس ماخذ کو معتمد جانتے ہوئے اس کو خصوصی ترجیح دی جبکہ بعض تفاسیر اس اصول کے خاص اہتمام کے ساتھ لکھی گئی جیسے کہ محمد بن اسماعیل الامیر الصنعانیؒ (م ۱۱۸۲ھ) کی تفسیر مفاتح الرضوان اور مولانا ثناء اللہ امر تسریؒ (م ۱۹۴۸ء) کی تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن وغیرہ، البتہ اس منہج کے التزام کی وجہ سے جس کو شہرت حاصل ہوئی وہ علامہ شنقیطی کی تفسیر اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن ہے۔

تفسیر اضواء البیان کا تحقیقی جائزہ:

علامہ محمد الامین شنقیطیؒ:

علامہ محمد الامین بن محمد المختار شنقیطیؒ (م ۱۹۷۴ء) کا شمار بیسویں صدی کے ممتاز مفسرین میں ہوتا ہے، علامہ شنقیطی ۱۹۰۵ء میں موریطانیہ کے علاقے شنقیط میں پیدا ہوئے[۱۰]۔ان کا تعلق شنقیط کے قبیلہ جَکنیہ سے تھا جو علم وفضل خصوصاً تفسیرِ قرآن میں معروف ہے۔آپ نے اپنے گھر سے تحصیل علم کی ابتدا کی[۱۱] اور قبائلی استادوں سے کسبِ فیض کے بعد دیگر علمائے شنقیط کے سامنے زانوئے تلمیذ تہہ کیا اور فقہ وتفسیر میں مہارت حاصل کرنے کے بعد تدریس کا سلسلہ شروع کیا، ۱۹۴۷ء میں حج کی ادائیگی کے لیے حجاز گئے تو وہیں سکونت اختیار کر لی اور مسجد نبوی میں تفسیر کا درس دینے لگے[۱۲]ساتھ ہی تصنیف وتالیف کا سلسلہ جاری رکھا اور فقہ، اصولِ فقہ، عقیدہ ومناظرہ اور تفسیر قرآن پر گراں قدر کتب بھی تصنیف کیں۔

اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن:

اضواء البیان علامہ الشنقیطی کی تصنیف کردہ وقیع تفسیر ہے، جو قرآن ہی سے قرآن کی تفسیر کے اصول پر مبنی ہے، اگرچہ تفسیرِ طبریؒ (م ۳۱۰ھ) میں اس طرزِ تفسیر کی بے شمار مثالیں موجود ہیں، حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں اس اصول کی طرف خصوصی توجہ دی، علامہ ابنِ امیر الصنعانیؒ نے اپنی تفسیر مفاتح الرضوان میں اس

طریقۂ تفسیر کا خصوصی اہتمام کیا جبکہ مولانا ثناء اللہ امر تسریؒ نے اپنی تفسیر ''بیان القرآن بکلام الرحمان'' کو اسی مأخذ کے ساتھ خاص کیا مگر علامہ مرحوم نے اضواء البیان کو اس اصول کے التزام کے ساتھ اس طرح مرتب کیا کہ اس کو اس منہج پر لکھی جانے والی تفاسیر میں سب سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔

سببِ تالیف:

علامہ نے یہ تفسیر اپنے شاگرد شیخ عطیہ محمد سالم کی خواہش پر تفسیر بالقرآن کے اصول پر تصنیف کی اور شاگردوں کی تجاویز سے اس کا نام اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن منتخب کیا[۱۳] جو ان کے منہجِ تفسیر کا عکاس ہے۔اضوا میں تفسیر بالقرآن کا التزام کس قدر تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے جو عطیہ بن سالم نے اس تفسیر کے سببِ تالیف میں بیان کیا ہے ،کہتے ہیں ،''میں نے ان سے قول باری تعالیٰ ﴿وَأَوۡفُواْ بِعَهۡدِيٓ أُوفِ بِعَهۡدِكُمۡ﴾[۱۴] سے متعلق سوال کیا تو علامہ قرآن ہی سے اس کی وضاحت کرنے لگے،اس پر میں نے دریافت کیا، کیا کسی مفسر نے اس منہج پر کوئی تفسیر تالیف کی ہے ؟تو کہنے لگے پورے قرآن کے معانی کا اس طرح سمجھنا اور بیان کرنا بہت بڑی بات ہے، کسی نے اس طرز پر باقاعدہ کوئی تفسیر نہیں لکھی اس پر میں نے کہا آپ یہ کام کریں پہلے تو انکار کیا لیکن ان کے اصرار پر تفسیر کا آغاز کر دیا''[۱۵]۔

تالیفِ تفسیر میں علامہ کا طرزِ مساعی اور مآخذ تفسیر:

علامہ نے اپنی زندگی کے آخری بیس سال تالیفِ تفسیر میں صرف کیے،اس عرصہ میں تدریسی ذمہ داریوں اور اواخر عمر میں بسببِ امراض تصنیفی کام جاری نہ رکھ سکے، سورۂ مجادلہ کی آیت ﴿ أُوْلَٰٓئِكَ حِزۡبُ ٱللَّهِۚ أَلَآ إِنَّ حِزۡبَ ٱللَّهِ هُمُ ٱلۡمُفۡلِحُونَ ﴾[۱۶] تک پہنچے تھے کہ عالمِ بقا منتقل ہو گئے،آپ کے بعد آپ کے شاگردِ شیخ عطیہ محمد سالم نے انہی کے منہج پر اس تفسیر کو مکمل کیا۔آپ کی تفسیر کو سعودی امراء میں بہت پذیرائی حاصل ہوئی اور جو حصہ آپ نے اپنی زندگی میں مرتب کیا وہ آپ کے حینِ حیات زیورِ طباعت سے آراستہ ہوا۔[۱۷]

علامہ نے جب قرآن کی تفسیر لکھنے کا ارادہ کر لیا تو ان کا قلب وذہن اسی مقصد کے حصول کے لیے مصروف ہو گیا، قرآن ہر وقت آپ کی زبان پر جاری رہتا، اٹھتے ، بیٹھتے، چلتے پھرتے ہر لمحہ آپ قرآن کی کسی آیت پر غور و فکر میں مشغول رہتے اور قرآن میں اس کی مثل اور اس کا بیان تلاش کرتے، کبھی کبھی وہ اپنے شاگردوں سے اس سے متعلق سوال کرتے، جس پر ہر ایک اپنی رائے پیش کرتا، جب سب اپنی رائے دے چکتے تو آپ خود اس کے مثیل آیات جو اس زیر نظر آیت کی وضاحت کر رہی ہوتی بیان کرتے،اور اسے لکھنے کا حکم دیتے۔ آخری عمر میں جب بینائی

کمزور ہو گئی تو تلامذہ کو حکم دیتے کہ ان کے سامنے چھ سات تفاسیر رکھ دی جائیں، پھر ان میں کسی آیت کی تفسیر کو پڑھنے کے لیے کہتے جس کو سننے کے بعد جو ان کے ذہن میں ہوتا لکھوا دیتے۔

دورانِ تفسیر جن مآخذ و ذرائع سے علامہ شنقیطیؒ نے استفادہ کیا وہ حسب ذیل ہیں۔

قرآن:

علامہ نے قرآن ہی سے مفہومِ قرآن کو بیان کیا، ان کے نزدیک تفسیر کا اولین مأخذ خود قرآن ہے، البتہ روایت کے اصولوں کے مطابق انہوں نے صرف قراءات متواترہ سے وضاحت کی ہے، قراءات شاذہ سے استشہاد تو کرتے ہیں، مگر بیانِ معانی کے لیے بطور دلیل نہیں لیتے۔

سنّت:

سنّتِ نبویہ دین کی اساس اور تفسیر کا بنیادی مأخذ ہے، مفسرین کے ہاں اس کی تشریحی حیثیت مسلمہ رہی ہے علامہ بھی اس رائے سے متفق ہیں، اپنے منہجِ تفسیر کی رعایت سے انہوں نے توضیحِ مطالب کے لیے استدلال تو نہیں کیا، البتہ استشہاد کے لیے صحیح احادیث نبویہ کو پیش کیا ہے، جن کتب حدیث سے انہوں نے استفادہ کیا ہے ان میں صحاح ستہ، صحیح ابن حبان، مسند احمد بن حنبل، مستدرک حاکم وغیرہ شامل ہیں۔

کتبِ تفاسیر:

علامہ نے کتب تفاسیر سے بھی اخذ کیا ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہیں: احکام کے لیے اکثر تفسیر "الجامع لاحکام القرآن" سے استفادہ کیا ہے اور کئی ابحاث ہو بہو نقل کیں ہیں۔ روایات کے لیے "تفسیر طبری، تفسیر ابن کثیر اور تفسیر الدر المنثور" کو مدِ نظر رکھا ہے۔ امورِ بلاغت کے لیے "تفسیر الکشّاف" سے رجوع کیا ہے۔

کتبِ اصول:

علّامہ کثیر الجہت علمی شخصیت کے مالک تھے۔ مفسر ہونے کے ساتھ فقہ و اصولِ فقہ کے بھی ماہر تھے چنانچہ دورانِ تفسیر اصولِ فقہ (فقہ مالکیہ) کی وضاحت کیلئے " مراقی السعود[۱۸] " کے اشعار سے اقتباس لیتے ہیں۔

کتبِ نحو و لغت:

علامہ نے جن لغاتِ قرآنیہ سے مدد لی ہے ان میں نحاس کی معانی القرآن اہم ہے جبکہ نحوی ابحاث میں "الفیہ ابن مالک" کے حوالہ جات تفسیر میں جا بجا نظر آتے ہیں۔

منہجِ تفسیر (اضواء البیان):

عالم الغیب کے کلام کی جامعیت، ہمہ گیریت اور وسعتِ معانی جہاں مسلمہ ہے وہاں یہ بھی حقیقت ہے کہ اشرف المخلوقات ہونے کے باوجود انسان اس کے مفہوم و مقصود کے تمام پہلوؤں کو بیان کرنے سے قاصر

ہے، البتہ ہر زمانے کے مفسرین کرام نے اپنے ذوقِ علمی کے مطابق معاشرتی حوائج کو پورا کرنے کے لیے مختلف جہات سے فرداً فرداً تشریحِ رموز کی کوشش ضرور کی، چونکہ ہر شخص کا مزاج ومذاق دوسرے سے مختلف ہوتا ہے، ضروریات میں بھی تبدیلی ہوتی رہتی ہے، حالاتِ معاشرہ میں یکسانیت نہیں، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ میدانِ تفسیر کے سالار، علامہ طبریؒ (م۳۱۰ھ)، علامہ زمخشریؒ (م۵۳۸ھ)، ابن العربیؒ (م۵۴۳ھ)، علامہ رازیؒ (م۶۰۴ھ)، حافظ ابن کثیرؒ (م۷۷۴ھ)، وغیرہ میں سے کوئی ایک قرآن کا ایسا جامع وکامل مفہوم بیان نہیں کر سکا جس کو تفسیر قرآن میں حرفِ آخر قرار دیا جا سکے، ہر ایک کا اندازِ بیان جدا ہے، احاطۂ علوم میں یکسانیت کی بجائے یکسوئی پائی جاتی ہے، جس کا بڑا اہم سبب اذواقِ طبائع کا تنوع اور فکر و حالات کا تغیر ہے جس سے تفسیری ادب میں وسعت اور تفنّن مناہج ظاہر ہوا[۱۹]۔ شاہ ولی اللہ نے "الفوز الکبیر" میں مفسرین کے مختلف رجحاناتِ تفسیر کا ذکر کیا ہے"[۲۰]۔ گویا ہر مفسر اپنے ذوق، حالات اور ضروریات کے تحت مخصوص طریقۂ تفسیر پر چلتا ہے، علامہ شنقیطی نے بھی حسبِ روایت اضواء البیان میں قرآن سے مطالب قرآن کے بیان کا جدا منہج اختیار کیا مگر انہوں نے اس خاص طریقہ کو صرف اپنے ذاتی رجحان کے سبب اختیار نہیں کیا بلکہ اس لیے کہ یہ اصوب اور اصح طریقہ ہے۔ انہوں نے مقدمۂ تفسیر میں تالیفِ تفسیر کے دو مقاصد بیان ہیں۔

اول: قرآن سے قرآن کے مفہوم کا بیان، کیونکہ ان کے نزدیک علماء کا اجماع ہے کہ تفسیر کا بہترین طریقہ قرآن ہی سے قرآن کی تفسیر ہے، کیونکہ اللہ کے کلام کا معنی سب سے زیادہ اللہ ہی جانتا ہے، چنانچہ انہوں نے قراءات سبعہ سے ہی بیانِ مفہوم کا التزام کیا، خواہ وہ کوئی دوسری آیت ہو یا اسی آیت کی کوئی دوسری قراءت، قراءات شاذہ سے انھوں نے استشہاد تو کیا، مگر بیان معنی کے لیے نہیں لیا۔

دوم: قرآن میں موجود احکام فقہیہ کا بیان ہے لکھتے ہیں:

اعلم ان من اهم المقصود بتأليفه امران:

احدهما: بيان القران بالقران لاجماع العلماء على ان اشرف انواع التفسير وأجلها تفسير كتاب الله بكتاب الله، اذ لا أحد اعلم بمعنى كلام الله جل وعلا من الله جل وعلا، وقد التزمنا انا لا نبين القران الا بقراءة سبعية، سواء كانت قراءة اخرى فى الاية المبينة نفسها، أو اية اخرى غيرها، ولا نعتمد على البيان بالقراءات الشاذة، وربما ذكرنا القراءة الشاذة استشهاداً للبيان بقراءة سبعية، قراءة ابى جعفر ويعقوب وخلف ليست من الشاذ عندنا ولا عند المحققين من اهل العلم بالقراءات-

والثانى: بيان الاحكام الفقهية فى جميع الايات والمبينة بالفتح فى هذا الكتاب، فاننا نبين ما فيها من الاحكام، وأدلتها من السنة، وأقوال العلماء فى ذٰلک، ونرجح ما ظهر لنا أنه الراجح بالدليل من غير

تعصب لمذهب معين، ولا لقول قائل معين، لأننا ننظر الى ذات القول لا الى قائله؛ لأن كل كلام فيه مقبول ومردود، الا كلامه صلى الله عليه وسلم ومعلوم ان الحق حق ولو كان قائله حقيرا[۲۱]

غور کریں تو مقدمۂ تفسیر کی یہ عبارت تفسیر کے مقاصد ہی نہیں بلکہ تفسیر میں ان کے منہج کو واضح کر رہی ہے، چونکہ علامہ اصولی وفقیہ تھے، اس لیے اپنے مزاج کے مطابق انہوں نے تفسیر میں احکام فقہیہ کے بیان و تفصیل پر خصوصی توجہ دی اور ان کی تفسیر کا ایک بڑا مقصد ہی یہی ہے۔ چنانچہ جہاں کہیں کوئی شرعی حکم مذکور ہے وہاں انہوں نے طویل بحث کی ہے، مثلاً سورۂ بقرہ کی آیت: ﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا﴾[۲۲] کے صرف اس حصے کی قرآن سے تفسیر کے بعد حرمتِ سود، اس کی اقسام اس کے اختلافات، اس کی کثیر فروع و مسائل پر بائیس صفحات میں گفتگو کی ہے، اسی طرح سورۂ بقرہ کی آیت: ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ...﴾[۲۳] کی تفسیر ص ۱۲۸ تا ۱۷۰ تک ۴۲ صفحات پر محیط ہے، تفسیر کا تقریباً نصف مواد احکام شرعیہ کے بیان پر مشتمل ہے۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ علامہ نے قرآن کی تفسیر صرف اولین اصولِ تفسیر یعنی قرآن ہی کے ذریعہ کی دیگر اصول کی طرف التفات نہیں کیا، اسی لیے یہ تفسیر اس مسلک کی پہلی تفسیر سمجھی جاتی ہے "[۲۴]۔

اسلوبِ تفسیر:

علامہ نے تفسیر بالقرآن کے منہج پر چلتے ہوئے جو اسلوب اختیار کیا اس کا لبِ لباب حسب ذیل ہے:

۱۔ مقدمہ: علامہ نے تفسیر کے باقاعدہ آغاز سے قبل ایک مقدمہ رقم کیا ہے، جس میں تفسیر بالقرآن کے مختلف طریقوں کی وضاحت کی ہے جن کو وہ انواعِ تفسیر کا نام دیتے ہیں۔

۲۔ اجمال وبیان کی وضاحت: علامہ مفسر ہی نہیں فقیہہ واصولی بھی تھے، چنانچہ انہوں نے مقدمہ کے بعد اہل اصول کی اصطلاح میں اجمال وبیان کی تعریف وتوضیح کی ہے۔

۳۔ غیر مسلسل تفسیر: علامہ مسلسل تمام آیات کی تفسیر نہیں کرتے بلکہ جس آیت کے مفہوم کی وضاحت قرآن ہی سے ہو صرف انہی آیات کا مفہوم بیان کرتے ہیں۔

۴۔ ترتیبِ قرآن: تفسیر کرتے ہوئے قرآن کی سورتوں اور آیات کی ترتیب کو ملحوظ رکھا ہے۔

۵۔ ایک سے زیادہ مسائل کا الگ الگ بیان: اگر ایک آیت میں ایک سے زیادہ مسائل بیان ہوئے ہیں تو پوری آیت نقل کرنے کے بعد ہر مسئلہ الگ الگ بیان کرتے ہیں۔

۶۔ قولِ ترجیح کا اندراج: علامہ اختلاف کے مقام پر تمام آراء کو نقل کرنے کے بعد اپنا راجح قول نقل کرتے ہیں۔

۷۔ عدمِ تکرار: ایک مقام پر بحث کے بعد دوسرے مقام پر گفتگو نہیں کرتے۔

۸۔ سابقہ بحث کا خلاصہ: ربطِ کلام کو برقرار رکھتے ہوئے اجمالاً واختصاراً سابقہ بحث کا خلاصہ بھی بتادیتے ہیں۔

۹۔ شاعری سے استشہاد: علامہ خود بھی شاعر تھے اوراچھے شعری ذوق کے مالک بھی تھے، چنانچہ دورانِ تفسیر لغوی ابحاث میں اکثر عرب شاعری سے استشہاد کرتے ہیں۔

۱۰۔ اسنادِ روایات: علامہ جہاں سنتِ مطہرہ کا ذکر کرتے ہیں وہاں ان کی اسناد کے بیان کا التزام بھی کرتے ہیں(اس سلسلہ میں انہوں نے امام تِرمذیؒ، محدث دار قُطنیؒ، امام حاکمؒ، امام بیہقیؒ، علامہ ابن حَزمؒ، علامہ ابن عبدالبرؒ، علامہ نوویؒ، علامہ ابن قیّمؒ اور حافظ ابنِ حجر العسقلانیؒ وغیرہ پر اعتماد کیا ہے)۔

۱۱۔ صرفی ونحوی ابحاث: علامہ بیانِ مفہوم میں صرف ونحو کے قواعد کو بطور تائید ضمناً ذکر کرتے ہیں دلیل نہیں بناتے، چنانچہ یہ گفتگو مختصر ہوتی ہے البتہ معنٰی واضح ہو جاتا ہے۔

خصائصِ تفسیر:

علامہ شنقیطیؒ کی اضواء البیان بھی اپنے اندر بعض خصوصیات رکھتی ہے، جن کے باعث تفسیری ادب خصوصاً گزشتہ صدی میں لکھی جانے والی تفاسیر میں اضواءالبیان کو نمایاں مقام اور مقبولیت حاصل ہوئی ،ان میں سے بعض خواص حسبِ ذیل ہیں۔

ا۔ تفسیر القرآن بالقرآن:

کسی مفسر وتفسیر کے مقام ومرتبہ کے تعین کے لئے ان اصول ومآخذ سے آگاہی ضروری ہے جو دورانِ تفسیر مفسر کے پیشِ نظر ہوتے ہیں۔ علماء کرام کے نزدیک مفہومِ قرآن تک رسائی کے بنیادی مآخذ بالترتیب حسب ذیل ہیں۔

ا۔ قرآنِ مجید

۲۔ سنت رسول ﷺ

۳۔ اقوالِ صحابہ

۴۔ عربی زبان ومطابقتِ کلام

علامہ شنقیطیؒ کے نزدیک بھی بنیادی مآخذِ تفسیر یہی تھے، جن میں قرآن کی افضلیت وقبولیت عامہ کے باعث انہوں نے اس اصولِ تفسیر کے خصوصی التزام کے ساتھ تفسیر تالیف کی جس میں انہوں نے تفسیر بالقرآن کے تقریباً تمام طریقوں کو بڑی مہارت سے استعمال کیا ہے مگر اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ انہوں نے حدیث

رسول ﷺ سے بے اعتنائی برتی ہے، بلکہ مفہوم قرآن کا بیان وہ قرآن سے کرتے ہیں اوراس تفسیر پر سنت رسول ﷺ سے استشہاد کرتے ہیں جیسے قول باری تعالیٰ ﴿أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ ٱلسَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَرَعدٌ وَبَرقٌ﴾[۲۵] کی تفسیر میں **الصیب** کا مطلب علامہ بارش بیان کرتے ہیں اور وضاحت کرتے ہیں کہ اللہ نے اس آیت میں اس علم و ہدایت کو جو نبی کریم ﷺ کو عطا کی گئی بارش سے تشبیہ دی ہے کیونکہ روحانی زندگی کی بالیدگی کے لئے یہ علم وہدایت اسی طرح ضروری ہے جس طرح جسمانی زندگی کے لئے بارش، علامہ اس وجہِ تشبیہ پر قرآن سے استدلال کرتے ہیں جو تفسیر بالقرآن کی ایک صورت ہے بعدازیں صحیحین کی حدیث سے استشہاد کرتے ہیں جو ابو موسیٰ الاشعری سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا،اللہ نے جس علم و ہدایت کے ساتھ مجھے مبعوث فرمایاہے اس کی مثال اس بارش جیسی ہے جو زور سے زمین پر برسے، جو زمین صاف ہوتی ہے وہ پانی پی لیتی ہے اور بہت گھاس اور سبزہ اگاتی ہے اور جو زمین سخت ہوتی ہے وہ پانی روک لیتی ہے، پھر اللہ اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے، لوگ اس کو پیتے ہیں، اور اپنے جانوروں کو پلاتے ہیں اور زراعت کو سیراب کرتے ہیں اور کچھ مینہ زمین کے دوسرے حصے کو پہنچا، جو بالکل چٹیل ہے نہ پانی روکتا ہے نہ سبزی اگاتا ہے، پس یہی مثال اس شخص کی ہے جو اللہ کے دین میں فقیہ ہو جائے، اوراس کو پڑھے پڑھائے، اور مثال ہے اس شخص کی جس نے سر نہ اٹھایا اور اللہ کی ہدایت کو قبول نہ کیا۔[26]" یہ حدیث قرآن کی اس مثال میں کلمہ "الصیب" سے مراد معنیٰ کی توثیق کر رہی ہے، علامہ اس حدیث سے اپنی بیان کردہ تفسیر کی صحت پ بطور شہادت پیش کرتے ہیں، لکھتے ہیں:

"الصيب المطر وقد ضرب الله في هذه الآية مثلا لما جاء به محمدمن الهدى والعلم بالمطر لأن بالعلم والهدى حياة الأرواح كما أن بالمطر حياة الأجسام وأشار إلى وجه ضرب هذا المثل بقوله جل وعلا ﴿وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا﴾ وقد أوضح هذا المثل المشار إليه في الآيتين في حديث أبي موسى المتفق عليه حيث قال إن مثل ما بعثني الله به من الهدى والعلم كمثل غيث أصاب أرضا فكانت منها طائفة طيبة قبلت الماء فأنبتت الكلأ والعشب الكثير وكانت منها أجادب أمسكت الماء فنفع الله بها الناس فشربوا منها وسقوا وزرعوا وأصاب منها طائفة أخرى إنما هي قيعان لا تمسك ماء ولا تنبت كلأ فذلك مثل من فقه في دين الله ونفعه الله بما بعثني به فعلم وعلم ومثل من لم يرفع بذلك رأسا ولم يقبل هدى الله الذي أرسلت به[۲۷]۔"

اسی طرح اقوالِ صحابہ بھی، جہاں تک عربی لغت وزبان کا تعلق ہے، اس کا بھرپور خیال رکھتے ہیں، لہٰذا اضواءالبیان میں اکثر آیات کی وضاحت میں لغوی معانی اور اشتقاقِ لفظی کی ابحاث ملتی ہیں، انہوں نے اپنے اصول کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے:

''فاننا نبین ما فیها من الاحکام، وأدلتها من السنة، وأقوال العلماء فی ذٰلک...وقد تضمن هذا الکتاب اموراً زائدة علی ذلک لتحقیق بعض المسائل اللغویة وما یحتاج الیه من صرف واعراب والاستشهاد بشعر العرب-[۲۸]''

سہولت واختصار:

اہل عرب کا مشہور قول ہے:

خیر الکلام ما قل ودل-[۲۹]

''بہترین کلام وہ ہے جو قلیل ہو اور مدلل بھی ہو''۔

علامہ نے اس مقولہ کا بھرپور خیال رکھا ہے، اضواء البیان علم کا بحر ذخار ہونے کے باوجود کافی مختصر ہے، مفسر نے طویل جملوں، بے جا وضاحتوں اور غیر متعلقہ ابحاث سے اجتناب برتتے ہوئے مختصر الفاظ میں مفہوم کو مدلل بیان کیا ہے، مثلاً سورۃ الاعراف کی آیت مبارکہ: ﴿وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰی اِلٰی قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِیْ مِنْۢ بَعْدِیْ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ﴾۔[۳۰] کی تفسیر میں اکثر مفسرین کی طرح حضرت موسیٰؑ کے کوہِ طور پر اعتکاف کے دوران بنی اسرائیل کا بچھڑے کی پرستش کرنا، حضرت موسیٰؑ کے ملامت کرنے پر انکی ندامت اور حکم الٰہی سے قتل ہونے سے متعلق طویل روایات نقل نہیں کیں، بلکہ مختصر عبارت میں وضاحت کردی ہے کہ بچھڑے کی عبادت کرنے والوں نے اپنے گناہ کا اعتراف کر لیا اور اپنے کیے پر نادم ہوئے جس کی تصریح سورۂ بقرہ میں موجود ہے کہ انہوں نے توبہ کی اور قتل پر راضی ہو گئے اور اللہ نے ان کی توبہ قبول کی، لکھتے ہیں:

''بين تعالى في هذه الاية الكريمة أن عبدة العجل اعترفوا بذنبهم، وندموا على ما فعلوا، وصرح في سورة "البقرة"[۳۱] بتوبتهم ورضاهم بالقتل وتوبة الله جل وعلا عليهم بقوله: ﴿وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ يَاقَوْمِ إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوبُوا إِلَى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾[۳۲] -''

علامہ نے جہاں اِختصار کو ملحوظ رکھا ہے وہاں نفعِ عامہ کی غرض سے سہولتِ کلام واسلوب کو اختیار کیا ہے، حالانکہ جہاں اِیجاز ہو وہاں اکثر دِقت پیدا ہو جاتی ہے، لیکن علامہ کی تصنیف کی یہ اہم خصوصیت ہے کہ مقصد بھی واضح ہو جاتا ہے، اور عدم طوالت سے طبائع انسانی پر گراں بھی نہیں ہوتا، مثلاً سورۃ النساء کی آیت ﴿ فَقَٰتِلۡ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفۡسَكَۚ وَحَرِّضِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَۖ عَسَى ٱللَّهُ أَن يَكُفَّ بَأۡسَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْۚ وَٱللَّهُ أَشَدُّ بَأۡسٗا وَأَشَدُّ تَنكِيلٗا﴾[۳۳] میں حرض المومنین یعنی مومنین کو ترغیب دینے کا حکم کس چیز سے متعلق ہے اس آیت میں واضح

نہیں ہے، علامہ دو طریقوں سے اس کی تفسیر کرتے ہیں اولاً سورۃ الانفال کی صریح آیت کو پیش کرتے ہیں جس میں جہاد کی ترغیب کا حکم واضح ہے، بعد ازیں آیت کے سباق وسیاق سے اس معنیٰ پر دلالت پیش کرتے ہیں کہ آیت کی ابتدا میں نبی کریم ﷺ کو جہاد کا حکم ہے اور حرض کا حکم اسی کا تسلسل ہے جبکہ آیت کے آخری حصہ میں اس کا ممکنہ نتیجہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ کافروں کی ایذا کو مسلمانوں سے رفع کردے گا چنانچہ حرض سے مراد جہاد کی ترغیب ہے۔ یہ دونوں تفسیر بالقرآن ہی کی صورتیں ہیں۔ علامہ لکھتے ہیں:

لم يصرح هنا بالذي يحرض عليه المؤمنين ما هو وصرح في موضع آخر بأنه القتال وهو قوله ﴿حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ﴾ وأشارإلى ذلك هنا بقوله في أول الآية ﴿فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾وقوله في آخرها﴿عَسَى اللَّهُ أَنْ يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾[۳۴]۔ سہولتِ اسلوب کے ساتھ سہولتِ کلام بھی اس کا اہم خاصہ ہے، انہوں نے ایسی سادہ اور آسان (سلیس) زبان استعمال کی ہے کہ عام عربی دان قاری تفسیر سے استفادہ کر سکتا ہے، اس کے لئے علوم عربیہ وقرآنیہ میں براعت ضروری ہے، نہ ہی لغت میں مہارت۔

ایمانیات پر بحث:

علامہ کا تعلق شنقیط سے تھا جہاں علماء اشعری عقیدہ رکھتے تھے، علامہ نے جب حجاز ہجرت کی تو یہاں پر وہابیت کا زور تھا اور علماء وعوام سلفی عقیدہ کے حامل تھے مزید برآں ملتِ اسلامیہ کا مرکز ہونے کے سبب ہر مسلک کے لوگ وہاں موجود تھے، اس فکری افتراق کے سبب علامہ کی توجہ ایمانیات کی طرف زیادہ رہی چنانچہ اضواء البیان میں بھی ایمانیات کے مختلف موضوعات وپہلوؤں پر تفصیلی روشنی ڈالی جس میں آپ نے متکلمانہ انداز سے زیادہ عالمانہ وحکیمانہ اسلوب اپنایا ہے اور اسلام سے متعلقہ پیدا شدہ شبہات وبدعات کا خاتمہ کیا اور اہلِ سنّت کے عقائد کو قرآن ہی سے ثابت کیا، شفاعت ایمانیات کا اہم حصہ ہے، مگر اس میں آراء کا اختلاف ہے، علامہ نے اضواء البیان میں بڑے مختصر انداز میں جامعیت سے بحث کو سمیٹا ہے اور قولِ باری تعالیٰ: ﴿وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ﴾۔[۳۵] کی تفسیر میں یہ واضح کر دیا کہ اگرچہ ان آیات کا ظاہر یہی ہے کہ شفاعت مطلق قبول نہیں ہو گی، لیکن اللہ نے دیگر آیات میں یہ بیان کر دیا ہے کہ جس شفاعت کی قبولیت کی نفی وارد ہوئی ہے وہ کافروں کے حق میں رسول اللہ ﷺ کی شفاعت ہے اور وہ شفاعت جو اذنِ الٰہی کے بغیر کی گی ہو۔، جہاں تک مومنین کی شفاعت جو اجازتِ الٰہی سے ہو اس کی قبولیت کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہے اور خوارج ومعتزلہ جو کبائر کے مرتکب کے لئے شفاعت کے منکر ہیں ان کا موقف درست نہیں۔[۳۶] لکھتے ہیں:

ظاهر هذه الاية عدم قبول الشفاعة مطلقا يوم القيامة، ولكنه بين في مواضع أخر أن الشفاعة المنفية هي الشفاعة للكفار، والشفاعة لغيرهم بدون إذن رب السماوات والأرض. أما الشفاعة للمؤمنين بإذنه فهي ثابتة بالكتاب، والسنة، والإجماع. فنص على عدم الشفاعة للكفار بقوله: ﴿**وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَى**﴾۔[۳۷] وقد قال: ﴿**وَلَا يَرْضَى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ**﴾۔[۳۸] وقال تعالىٰ عنهم مقررا له: ﴿**فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِينَ**﴾۔[۳۹] وقال: ﴿**فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ**﴾۔[۴۰]، إلىٰ غير ذلك من الايات۔[۴۱]

علامہ سورۃ البقرہ کی اس آیت کی مجمل اور عمومی گفتگو جس میں بظاہر ہر کسی کے لئے ، ہر کسی کی ، ہر قسم کی شفاعت کی نفی ہے ،اس کی تفسیر مبین آیات سے کرتے ہیں اور مومنین کے لئے اللہ کے اذن سے شفاعت کو ثابت کرتے ہیں، جبکہ دیگر آیاتِ قرآن سے استدلال کرتے ہوئے کافروں کے لئے اس کی نفی کی ہے۔

یوں علامہ نے تفسیر بالقرآن کی بہترین نوع مبین و صریح آیات اور استدلال سے شفاعت سے متعلقہ حسب ذیل اہم امور بیان کئے

۱۔ اہل ایمان کی شفاعت کا اثبات۔

۲۔ اہل کفر کی شفاعت کی نفی۔

۳۔ شفاعت اللہ کی اجازت سے ہو گی۔

فقہی مسائل کا بیان:

علامہ الشنقیطی نے جس ماحول میں پرورش پائی وہاں کی علمی فضامیں قرآن اور علم فقہ کا غلبہ تھا، خصوصاً فقہ مالکی ،چنانچہ اس کا اثر علامہ کی شخصیت وطبیعت پر ہونا ناگزیر تھا، آپ فقہ واصولِ فقہ میں خصوصی مہارت رکھتے تھے اور فرانسیسی عہدِ استعمار میں شنقیط میں مسلمانوں کے باہمی اور ذاتی معاملات ومسائل کے شرعی فیصلے کیا کرتے تھے گویا کہ فقہی ذوق اور رجحان ِطبع کے ساتھ عملی تطبیق میں ماہر بھی تھے چنانچہ اضواء میں فقہی مسائل کو تفسیر بالقرآن سے ثابت کرتے ہیں مثلاً سورۃ البقرہ کی آیت ﴿لَيسَ عَلَيكُم جُنَاحٌ أَن تَبتَغُواْ فَضلًا مِّن رَّبِّكُم﴾[۴۲] کی تفسیر میں دورانِ حج، تجارت کی حلت کو ثابت کرتے ہیں ان کے نزدیک اس آیت میں فضل کا مطلب واضح نہیں لیکن دیگر آیات جن میں یہ لفظ آیا ہے وہاں یہ اشارہ موجود ہے کہ اس سے مراد تجارت کا نفع ہے جیسے کہ سورۃ المزمل کی آیت ۲۰ میں سفر کے ذکر سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ سفر کا بڑا مقصد تجارت اور اس سے نفع حاصل کرنا ہوتا ہے اور سورۃ الجمعہ کی آیت ۱۰ جس میں فضل کا لفظ آیا ہے اس کی ما قبل آیت میں اذان کے بعد ترکِ تجارت کے حکم سے واضح ہو رہا ہے کہ

اس سے مراد نفعِ تجارت ہے۔ کسی آیت میں وارد ہونے والے کسی لفظ کو قرآن میں اس کے غالب استعمال پر محمول کرنا تفسیر بالقرآن کی ایک صورت ہے۔ یہاں بیانِ معانی کے لئے انہوں نے اسی کو اختیار کیا ہے لکھتے ہیں:

لم يبين هنا ما هذا الفضل الذي لا جناح في ابتغائه أثناء الحج وأشار في آيات أخر إلى أنه ربح التجارة كقوله ﴿وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ ﴾ لأن الضرب في الأرض عبارة عن السفر للتجارة فمعنى الآية يسافرون يطلبون ربح التجارة وقوله تعالى﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ ﴾ أي بالبيع والتجارة بدليل قوله قبله ﴿وَذَرُوا الْبَيْعَ ﴾ أي فإذا انقضت صلاة الجمعة فاطلبوا الربح الذي كان محرما عليكم عند النداء لها[۴۳]

یہاں علامہ نے سورۃ المزمل اور سورۃ الجمعہ کی آیات میں فضل کے معنٰی (نفعِ تجارت) کو سیاق و قرائن سے ثابت کیا ہے پھر سورۃ البقرۃ کی آیت میں وارد لفظ **فضل** کو اس معنٰی پر محمول کیا ہے جو قرآن میں غالب استعمال ہوئے ہیں اور قرآن سے قرآن کی تفسیر کرتے ہوئے دورانِ حج تجارت کا جواز ثابت کیا ہے۔

اسی طرح تحریمِ سود کی اس آیت مبارکہ

﴿ وَأَحَلَّ ٱللَّهُ ٱلْبَيْعَ وَحَرَّمَ ٱلرِّبَوٰاْۚ فَمَن جَآءَهُۥ مَوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّهِۦ فَٱنتَهَىٰ فَلَهُۥ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُۥٓ إِلَى ٱللَّهِۖ وَمَنْ عَادَ فَأُوْلَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ ٱلنَّارِۖ هُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ ﴾[۴۴]

میں اللہ تعالٰی نے بیع کی حلت اور سود کی حرمت کے ساتھ ﴿ فَلَهُۥ مَا سَلَفَ ﴾ کہہ کر یہ بھی اعلان کیا ہے کہ اس حکم کے نزول سے قبل جو سود لیا گیا وہ واپس نہ ہوگا، علامہ کی رائے میں اس سے یہ مفہوم اخذ ہوتا ہے کہ کسی امر کے حرام ٹھہرائے جانے سے پہلے اس کے ارتکاب پر مؤاخذہ نہیں، گرفت کا موجب کسی کا صرف وہی فعل ہے جس کی حرمت کا حکم نازل ہو چکا ہو، کیونکہ قرآن میں جہاں کوئی ممانعت وارد ہوئی ہے وہاں ماضی کے افعال کو الا ما سلف یا ما قد سلف کے الفاظ سے استثناء دیا گیا ہے۔ جیسے کہ شراب نوشی اور جوا و قمار بازی جو حرام ٹھہرائے جانے سے قبل ہو چکی اللہ تعالٰی نے مؤمنین سے اس کے گناہ کو رفع کرنے کا اعلان فرمادیا۔ اسی طرح سوتیلی ماں سے نکاح کرنے اور ایک نکاح میں دو بہنوں کو جمع کرنے کی ممانعت کے ساتھ ہی ﴿ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَۗ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾[۴۵] فرما کر جاہلیت کے ایسے نکاحوں کو گناہ سے مستثنٰی قرار دیا گیا، چنانچہ ان تمام نظائر پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں قرآن نے یہ اسلوب اختیار کیا ہے، کسی امر کے حکمِ تحریم سے ماضی کے افعال کو خارج قرار دیا ہے قرآن میں کسی لفظ یا اسلوب کا مخصوص معنٰی میں استعمال عادتِ قرآن یا استعمالاتِ قرآن کہلاتا ہے اور اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے مراد الٰہی کا انکشاف تفسیر بالقرآن کا اہم طریقہ ہے نیز اس مفہوم پر انہوں نے بعض آیاتِ قرآنیہ سے

استدلال بھی کیا ہے جیسے کہ تحویل قبلہ کے حکم کے بعد مومنین کو جب اپنی ان نمازوں کے بارے میں تردد ہوا جو بیت المقدس کی جانب رخ کر کے ادا کی گئی تھیں تو اللہ نے ان کو تسلی دی کہ ان کی یہ نمازیں رائیگاں نہیں ہوں گی۔آیت قرآنیہ سے یہ استدلال بھی تفسیر بالقرآن ہی کی ایک قسم ہے علامہ لکھتے ہیں:

﴿فَلَهُ مَا سَلَفَ ﴾ أي ما مضى قبل نزول التحريم من أموال الربا ويؤخذ من هذه الآية الكريمة أن الله لا يؤاخذ الإنسان بفعل أمر إلا بعد أن يحرمه عليه وقد أوضح هذا المعنى في آيات كثيرة فقد قال في الذين كانوا يشربون الخمر ويأكلون مال الميسر قبل نزول التحريم﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا ﴾ وقال في الذين كانوا يتزوجون أزواج آبائهم قبل التحريم ﴿وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ﴾ أي لكن ما سلف قبل التحريم فلا جناح عليكم فيه ونظيره قوله تعالى﴿وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ﴾وقال في الصيد قبل التحريم﴿عَفَا اللَّهُ عَمَّا سَلَفَ ﴾ وقال في الصلاة إلى بيت المقدس قبل نسخ استقباله(﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ ﴾ أي صلاتكم إلى بيت المقدس قبل النسخ ومن أصرح الأدلة في هذا المعنى أن النبي والمسلمين لما استغفروا لقربائهم الموتى من المشركين وأنزل الله تعالى﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴾ وندموا على استغفارهم للمشركين أنزل الله في ذلك ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ حَتَّى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَا يَتَّقُونَ ﴾ فصرح بأنه لا يضلهم بفعل أمر إلا بعد بيان اتقائه[۴۶]

یہاں علامہ نے تفسیر بالقرآن کے دو طریقوں استعمالِ قرآن/کلیات قرآنیہ اور آیاتِ قرآن سے استدلال کے ذریعے مفہوم بیان کیا ہے۔یہ دونوں طریقے بڑی دقیق بینی اور احتیاط کے متقاضی ہیں۔

بنیادی مسائل کا تذکرہ:

تفسیر کا تقریباً نصف مواد فقہ واصولِ فقہ کے موضوعات کے متعلق ہے، مگر انہوں نے جملہ مسائل فقہیہ کو بیان نہیں کیا کہ ان کی تفسیر فروع الفقہ کی کتاب بن جائے، بلکہ صرف اہم اور بنیادی مسائل کو ہی تفصیل سے ذکر کیا ہے، جیسے کہ سورۂ نور میں مسائل زنا مکمل کرنے کے بعد وہ خود لکھتے ہیں:

وعادتنا أن الاية إن كان يتعلق بها باب من أبواب الفقه أنا نذكر عيون مسائل ذلك الباب والمهم منه، وتبيين أقوال أهل العلم في ذلك ونناقشها، ولا نستقصي جميع ما في الباب؛ لأن استقصاء ذلك في كتب فروع المذاهب كما هو معلوم، والعلم عند الله تعالى-[۴۷]

لہٰذا قول باری تعالیٰ: ﴿ فَابْعَثُوْا أَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهِ إِلَى الْمَدِيْنَةِ ... ﴾۔[48] کی تفسیر میں وکالۃ(توکیل) کے اہم مسائل ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ومسائل الوكالة معروفة مفصلة في كتب فروع المذاهب الأربعة، ومقصودنا ذكر أدلة ثبوتها بالكتاب والسنة والإجماع، وذكر أمثلة من فروعها تنبيهاً بها على غيرها. لأنها باب كبير من أبواب الفقه-[49]

"وکالہ کے معروف مسائل چاروں فقہی مذاہب کی کتبِ فروع میں تفصیلاً موجود ہیں اور ہمارا مقصد کتاب وسنت اور اجماع سے ان کے ثبوت کے دلائل کا ذکر ہے جبکہ اِن کے فروعی مسائل میں سے بعض مثالوں کا ذکر تنبیہاً دیگر مسائل کے ساتھ کیا گیا ہے، کیونکہ یہ ابوابِ فقہ میں بڑا باب ہے"۔

اسی طرح سورۃ الحج کی آیت: ﴿لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ ...﴾۔[50] کی تفسیر میں نذر سے متعلقہ اہم مسائل بیان کرنے کے بعد واضح کرتے ہیں کہ نذر کے کثیر مسائل میں سے اہم مسائل کو بیان کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے، باقی مسائل جاننے کے لیے کتبِ فروعِ فقہ کی طرف رجوع کیا جائے، لکھتے ہیں:

ولنكتف بما ذكر هنا من مسائل النذر لكثرة ما كتبنا في ايات سورة الحج من الأحكام الشرعية وأقوال أهل العلم فيها، والنذر باب مذكور في كتب الفروع، فمن أراد الإحاطة بجميع مسائله، فلينظرها في كتب فروع المذاهب الأربعة، وقد ذكرنا هنا عيون مسائله المهمة، والعلم عند الله تعالىٰ-[51]

جامعیت وطویل مباحث:

باوجود اختصار کے بعض مقامات پر جہاں ان کو ضرورت محسوس ہوئی، تفصیلی گفتگو بھی کی، جس میں بڑی جامعیت کے ساتھ اپنا مدعا بیان کیا، ایسا زیادہ تر اصولی وفقہی مباحث میں نظر آتا ہے، جہاں کسی اصولی یا فقہی مسئلہ کی وضاحت درکار ہوتی ہے قرآن سے وضاحت کے بعد اصولِ فقہ اور فقہاء کی آراء پر طویل بحث کرتے ہیں، یہ ابحاث کئی کئی صفحات پر محیط ہیں، جیسے ﴿الطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ﴾۔ کی تفسیر میں طلاقِ ثلاثہ اور خاوند کے رجوع کی دو طلاقوں تک تحدید وغیرہ کی بحث ۳۵ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔

عالمِ اسلام کے مسائل کا حل:

علامہ کی تفسیر کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ تعلیماتِ قرآنیہ کو عہد جدید میں مسلمانوں کے حالات پر منطبق کرتے ہوئے ان کا حل تجویز کرتے ہیں، اضواء البیان میں جابجا ان کی یہ کوشش نمایاں نظر آتی ہے، مثلاً قول باری تعالیٰ: ﴿إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِيْ لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ﴾۔[52] کی تفسیر میں قرآنی ہدایت کی مختلف صورتوں میں ایک صورت یہ ذکر کی ہے کہ قرآن امت مسلمہ کے عالمی مسائل کا حل بتاتا ہے، دین اسلام سے وابستہ ہر فرد کو جن مصائب کا سامنا ہے ان

میں تین بڑی مشکلات ہیں، اول یہ کہ مسلم اُمہ دنیا کے قُرب وبُعد میں کافروں کے بالمقابل تعداد میں کم اور کمزور ہے، اس ضعف کا علاج صدق دل سے اللہ کی طرف رجوع کرنا، اس سے قوتِ ایمانی کی دعا کرنا اور اسی پر بھروسہ کرنا ہے، کیونکہ صرف وہی ہستی حقیقتاً عزیز و قوی ہے، ہر شے پر غالب ہے جس کو اس کا ساتھ نصیب ہو جائے، اس کو کوئی زیر نہیں کر سکتا، اور اس کی واضح دلیل عہدِ نبوی میں غزوۂ الاحزاب کے موقع پر کفار کے مسلح گروہوں کی جانب سے مدینہ النبی کا محاصرہ اور مسلمانوں کا قلبی اضطراب اور خوف کی کیفیت ہے جس کا ذکر سورۃ الاحزاب کی آیت ﴿ إِذْ جَاءُوكُمْ مِن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ۔۔۔الخ ﴾[۵۳] میں ہے آج کے مسلمان بھی اسی قسم کے شدید حالات سے دوچار ہیں، تمام اہل الارض نے اس وقت ان سے سیاسی اور اقتصادی قطع تعلقی کر رکھی ہے امت مسلمہ ان کے لئے تر نوالہ ہے۔ ان حالات کا علاج صرف اللہ رب العزت سے رجوع و توکل ہے جیسا کہ اسی سورۃ کی اگلی آیات:

﴿وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الأَحْزَابَ قَالُواْ هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلاَّ إِيمَانًا وَتَسْلِيماً۔۔۔ ﴾

میں مومنین کا اللہ کریم پر ایمان اور بھروسہ اور نتیجتاً ان کا غالب آنا مذکور ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی قدرت واقتدار کا اعلان اس کی بیّن دلیل ہے علامہ قرآن کی واضح آیات سے اس کا حل بیان کرتے ہیں جو تفسیر بالقرآن کی اہم صورت ہے، لکھتے ہیں:

أن علاج الضعف عن مقاومة الكفار إنما هو بصدق التوجه إلى الله تعالى وقوة الإيمان به والتوكل عليه فمن الأدلة المبينة لذلك أن الكفار لما ضربوا على المسلمين ذلك الحصار العسكري العظيم في غزوة الأحزاب المذكور في قوله تعالى﴿ إِذْ جَاءُوكُمْ مِن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَاْ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُواْ زِلْزَالاً شَدِيداً ﴾كان علاج ذلك هو ما ذكرنا فانظر شدة هذا الحصار العسكري وقوة أثره في المسلمين مع أن جميع أهل الأرض في ذلك الوقت مقاطعوهم سياسة واقتصاداً فإذا عرفت ذلك فاعلم أن العلاج الذي قابلوا به هذا الأمر العظيم وحلوا به هذه المشكلة العظمى هو ما بينه جلّ وعلا (في سورة الأحزاب) بقوله ﴿وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الأَحْزَابَ قَالُواْ هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلاَّ إِيمَانًا وَتَسْلِيماً ﴾ فهذا الإيمان الكامل وهذا التسليم العظيم لله جلّ وعلا ثقةً به وتوكلاً عليه هو سبب حل هذه المشكلة العظمَى وقد صرح الله تعالى بنتيجة هذا العلاج بقوله تعالى ﴿ وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُواْ بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُواْ خَيْراً وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللَّهُ قَوِيّاً عَزِيزاً وَأَنزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُم مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِن صَيَاصِيهِمْ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيقاً تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقاً وَأَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ وَأَرْضاً لَّمْ تَطَئُوهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيراً ﴾[۵۴]۔

دوسری بڑی مشکل یہ ہے کہ کافر قتل وغارت گری اور ایذا رسانی کے ذریعے مسلمانوں پر مسلط ہیں باوجود اس کے کہ مسلمان حق پر ہیں کافر باطل پر، کفر کا یہ غلبہ عالمِ اسلام کے فکر میں الجھاؤ اور شبہات کا باعث ہے جو مزید پسماندگی اور پریشان خیالی کا سبب بنتے ہیں علامہ شنقیطی کے نزدیک اس ذلت و مسکنت کی اصل وجہ مسلمانوں کی بزدلی ہے، یہ آپس کے تنازعات کو لے بیٹھے ہیں، اللہ و رسول ﷺ کے نافرمان ہو گئے ہیں اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے لگے ہیں، اگر یہ خرابیاں دور ہو جائیں تو اس مسئلے کو حل کیا جا سکتا ہے لیکن مسلمان اس حقیقت سے ناآشنا ہیں، جبکہ اللہ رب العزت نے غزوہ اُحد کے موقع پر جب مسلمانوں کو کافروں کے ہاتھوں جانی نقصان پر تشویش ہوئی تو آیت: ﴿أَوَ لَمَّا أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّى هَذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِندِ أَنْفُسِكُمْ﴾[۵۵] ''جب تمہیں کوئی مصیبت پہنچے کہ اس سے دونی تم پہنچا چکے ہو تو کہنے لگو کہ یہ کہاں سے آئی تم فرما دو کہ وہ تمہاری ہی طرف سے آئی''میں اس حقیقت کا مجمل ذکر فرمایا۔ علامہ اس آیت کی تفسیر میں ان وجوہات کی نشاندہی کرتے ہیں اور ﴿ قُلْ هُوَ مِنْ عِندِ أَنْفُسِكُمْ ﴾کے اجمال کی تفصیلات سورہ ال عمران کی آیت ﴿وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّونَهُمْ بِإِذْنِهِ حَتَّى إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِن بَعْدِ مَا أَرَاكُمْ مَا تُحِبُّونَ مِنكُم مَن يُرِيدُ الدُّنْيَا ﴾[۵۶]۔''اور بیشک اللہ نے تمہیں سچ کر دکھایا اپنا وعدہ جب کہ تم اس کے حکم سے کافروں کو قتل کرتے تھے یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی کی اور حکم میں جھگڑا ڈالا اور نافرمانی کی بعد اس کے کہ اللہ تمہیں دکھا چکا تمہاری خوشی کی بات تم میں کوئی دنیا چاہتا تھا اور تم میں کوئی آخرت چاہتا تھا پھر تمہارا منہ ان سے پھیر دیا کہ تمہیں آزمائے اور بیشک اس نے تمہیں معاف کر دیا، اور اللہ مسلمانوں پر فضل کرتا ہے۔'' سے بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی مغلوبیت ان کے باہمی تنازعات، اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کی نافرمانی اور دنیا کی طلب ہے ہیں یوں قرآن کے مجمل کو قرآن ہی سے واضح کیا ہے جو تفسیر بالقرآن کی اہم نوع ہے۔ لکھتے ہیں:

استشكل المسلمون ذلك وقالوا كيف يدال منا المشركون ونحن على الحق وهم على الباطل؟! فأنزل الله قوله تعالى ﴿أَوَ لَمَّا أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّى هَذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِندِ أَنْفُسِكُمْ ﴾ وقوله تعالى ﴿قُلْ هُوَ مِنْ عِندِ أَنْفُسِكُمْ﴾ فيه إجمال بينه تعالى بقوله﴿وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّونَهُمْ بِإِذْنِهِ حَتَّى إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِن بَعْدِمَا أَرَاكُمْ مَا تُحِبُّونَ مِنكُم مَن يُرِيدُ الدُّنْيَا﴾ – إلى قوله ﴿لِيَبْتَلِيَكُمْ ﴾ ففي هذه الفتوى السماوية بيان واضح لأن سبب تسليط الكفار على المسلمين هو فشل المسلمين وتنازعهم في الأمر وعصيانهم أمره وإرادة بعضهم الدنيا مقدماً لها على أمر الرسول [۵۷]

تیسری مشکل مسلمانوں کا باہمی اختلافِ قلوب ہے جو اتحادِ ملت کے خاتمے کا سببِ اعظم ہے، اس کا لازمی نتیجہ، انتشار اور قوت و حکومت کا زوال ہے۔ جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَنَٰزَعُواْ فَتَفْشَلُواْ وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ﴾

''آپس میں جھگڑو نہیں کہ پھر بزدلی کروگے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی''۔

آج دنیا کے طول و عرض میں پھیلے اسلامی معاشرے کے افراد کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے عداوت و بغض ہے، محبت اور یگانگت کا اظہار کرنے والے کے دل کا حال اس کے برعکس ہے، دراصل اس بیماری کا باعث عقل کی کمزوری ہے جس سے انسان حق و باطل میں تمیز کرنے سے قاصر رہتا ہے، اس کا حل صرف وحی کا نورِ ہدایت ہے جو حقائق کو بے نقاب کرتا ہے، چنانچہ جب قرآن و سنت کی پیروی کی جائے تو یہ مشکل بھی حل ہو جاتی ہے۔ علامہ اس مسئلہ کی نشاندہی کرنے کے بعد سورہ الحشر کی صریح آیات سے اس کے اسباب کو بیان کرتے ہیں کہ آپ ان کو متحد خیال کرتے ہیں جبکہ ان کے دل متفرق ہیں، کیونکہ وہ شعور نہیں رکھتے اور اس ضعفِ عقل کے باعث حقائق کا ادراک نہیں کر سکتے، نہ ہی حق و باطل اور حسین و قبیح میں امتیاز کر سکتے ہیں۔ علامہ کے نزدیک اس مرض کا علاج صرف وحی کیے نور سے ممکن ہے جیسے کہ قرآن کی متعدد آیات اس پر دلالت کرتی ہیں۔ یہاں انہوں نے تفسیر بالقرآن کی دو اہم انواع، صریح آیات سے بیانِ معنی اور قرآنی آیات سے استدلال کو استعمال کیا ہے لکھتے ہیں

فترى المجتمع الإسلامي اليوم في أقطار الدنيا يضمر بعضهم لبعض العداوة والبغضاء وإن جامل بعضهم بعضاً فإنه لا يخفى على أحد أنها مجاملة وأن ما تنطوي عليه الضمائر مخالف لذلك

وقد بين تعالى في سورة (الحشر) أن سبب هذا الداء الذي عَمت به البلوى إنما هو ضعف العقل قال تعالى﴿تَحْسَبُهُمْ جَمِيعاً وَقُلُوبُهُمْ شَتَّى ﴾ثم ذكر العلة لكون قلوبهم شتى بقوله ﴿ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لاَ يَعْقِلُونَ ﴾ولا شك أن داء ضعف العقل الذي يصيبه فيضعفه عن إدراك الحقائق وتمييز الحق من الباطل والنافع من الضار والحسن من القبيح لا دواء له إلا إنارته بنور الوحي لأن نور الوحي يحيا به من كان ميتاً ويضيء الطريق للمتمسّك به فيريه الحق حقاً والباطل باطلاً والنافع نافعاً والضار ضاراً قال تعالى ﴿ أَوَ مَن كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاس كَمَن مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا ﴾ وقال تعالى ﴿ اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُواْ يُخْرِجُهُم مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ﴾ومن أخرج من الظلمات إلى النور أبصر الحق لأن ذلك النور يكشف له عن الحقائق فيريه الحق حقاً والباطل باطلاً وقال تعالى ﴿وَمَا يَسْتَوِي الأَعْمَى وَالْبَصِيرُ وَلاَ الظُّلُمَاتُ وَلاَ النُّورُ وَلاَ الظِّلُّ وَلاَ الْحَرُورُ وَمَا يَسْتَوِي الأَحْيَاءُ وَلاَ الأَمْوَاتُ﴾ وهذا النور عظيم يكشف الحقائق كشفاً عظيماً كما قال تعالى) ﴿مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ ﴾-

إلى قوله —﴿وَيَضْرِبُ اللَّهُ الأَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلَيِمٌ ﴾ ولما كان تتبع جميع ما تدل عليه هذه الآية الكريمة من هدي القرآن للتي هي أقوم يقتضي تتبع جميع القرآن وجميع السنة لأن العمل بالسنة من هدي القرآن للتي هي أقوم لقوله تعالى (﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾[۵۸]

علامہ شنقیطی تفسیر میں ان اعتراضات کا تفصیلی جواب دیتے ہیں جو غیر مسلم اسلام کے بعض شرعی احکام مثلاً غلامی وحدود وغیرہ کے بارے میں اٹھاتے ہیں، مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں ان شبہات کا ازالہ کرتے ہیں اور اسلامی احکام کی حکمتوں کو منکشف کرتے ہیں۔[۵۹]

اہل مغرب کی مادی ترقی سے مسلمان بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے، چنانچہ علامہ یہ واضح کرتے ہیں کہ اسلام ترقی کے ہر گز خلاف نہیں اور نہ ہی اسلام کے ساتھ تمسک سے وہ پسماندہ رہ جائیں گے یا ان کا تعلق عالمی برادری سے بالکل ختم ہو جائے گا بلکہ اسلام جس روشن خیالی اور مثبت فکر کا درس دیتا ہے اس کا نتیجہ اوجِ کمال ہے جس کا مشاہدہ تاریخِ اسلامی کے دورِ درخشاں میں اہلِ عالم کر چکے ہیں۔[۶۰]

تفسیر القرآن بالقرآن میں اضواء البیان کا مقام:

تاریخِ تفسیر کا جائزہ لیں تو قرآن سے تفسیر کا اصول ہمیشہ سے مفسرین کے ہاں متداول رہا ہے اضواء البیان سے پہلے متعدد تفاسیرِ قرآنیہ، تفسیرِ طبری، تفسیر ابنِ کثیر، اور تفسیرِ صنعانی وغیرہ میں یہ طریقۂ تفسیر نمایاں نظر آتا ہے، مگر اضواء البیان کو اس منہج پر تالیف ہونے والے تفسیری ادب میں کئی وجوہ سے فوقیت حاصل ہے۔

- علامہ نے تفسیر بالقرآن کے نظری اور اطلاقی دونوں پہلوؤں پر توجہ دی ہے چنانچہ مقدمہ میں تفسیر بالقرآن کے اہم طریقوں کو واضح کیا ہے جن کو وہ انواع البیان کا نام دیتے ہیں، اس سے پہلے یہ اہتمام کسی تفسیر میں نظر نہیں آتا۔
- علامہ قرآن سے تفسیر کرتے ہوئے نوع تفسیر کی نشاندہی بھی کر دیتے ہیں یہ رویہ دیگر کتب میں مفقود ہے۔
- علامہ نے اضواء البیان میں بیانِ قرآن کی کثیر انواع استعمال کیں ہیں ان سے قبل تفسیر بالقرآن میں اس قدر وسعت کسی نے اختیار نہیں کی۔
- علامہ نے ایمانیات پر خصوصی توجہ دیتے ہوئے دو طریقے اختیار کیا ہے، اہل سنت کے عقیدہ کا تفسیر بالقرآن سے اثبات اور باطل نظریات کا قرآن سے رد۔

- احکام کو بیانِ قرآن سے ثابت کیا ہے اور اپنے فقہی مسلک کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اختلاف کے مقام پر فقہاء کے اقوال میں ترجیح کیلئے تفسیر بالقرآن کے اصول سے مدد لی ہے۔اس طریقے سے غیر جانب دار، مدلل اور نتیجہ خیز ابحاث اضواء البیان کی خصوصیت ہیں۔
- بیانِ قرآن کے ساتھ اصلاح کے مقصد کو بھی پیشِ نظر رکھا ہے، چنانچہ مسلم فرد اور امت کے اہم مسائل خصوصاً عصرِ حاضر میں پیش آمدہ مسائل کا حل تفسیر بالقرآن سے بتاتے ہیں ان کا یہ طریقہ قرآن کی رفعتِ شان اور اس کے ہدایت دوام ہونے کا بیان ہے۔
- تفسیر بالقرآن پر سنتِ صحیحہ سے استشہاد کرتے ہیں جس سے کسی غلطی کا امکان باقی نہیں رہتا کیونکہ سنتِ صحیحہ میں کسی احتمال کی گنجائش نہیں،ان کا یہ انداز ان کی تفسیر کی صحت کی مضبوط دلیل ہے ۔

خلاصہِ بحث:

علامہ نے اضواء البیان کو تفسیر بالقرآن کے منہج پر تالیف کیا، اگرچہ روزِ اول ہی سے تفسیر قرآن کا اولین اصول خود قرآن ہی ہے مگر علامہ نے اس نظریے کی بہترین وضاحت اور اس کی انواع کے انطباق سے اس کا قابلِ عمل ہونا ثابت کیا ہے وہ اپنے مسلک پر مضبوطی وثابت قدمی سے چلے ہیں تفسیر بالقرآن کے اسالیب میں انہوں نے بڑی وسعت اختیار کی ہے۔اگرچہ تفسیر بالقرآن کا جس قدر سرمایہ اضواء میں دستیاب ہے صحت وسہولت اور وسعت کے اعتبار سے اس کی خصوصیت قرار دیا جا سکتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ عامۃ الناس میں اس تفسیر کو قبولیت حاصل ہوئی ہے جبکہ اس کے علمی وفنی مباحث اہلِ علم کے ہاں اس کی شہرت کا باعث بنے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم (م ۷۲۸ھ)، مقدمہ فی اصول التفسیر، اسلامک پبلشنگ ہاؤس، فضل مارکیٹ اردو بازار لاہور ص ۴۲
۲۔ ابنِ کثیر، ابوالفداء اسماعیل بن عمر، الحافظ (م ۷۷۴ھ)، تفسیر القرآن، دارالفکر، بیروت ۱۴۰۱ھ، ۲۴۷/۰۳
۳۔ الفرقان: ۳۳
۴۔ الانعام: ۸۲
۵۔ القمان: ۱۳
۶۔ الصحیح، مسلم بن حجاج (م ۲۶۱ھ)، ابوالحسین النیشاپوری، الصحیح، کتاب الایمان، باب صدق الایمان واخلاصہ، حدیث: ۱۲۳۔
۷۔ الطور: ۰۵
۸۔ تفسیر ابن کثیر، ۰۷/ ۴۲۹
۹۔ الانبیاء: ۳
۱۰۔ الرومی، فہد بن عبدالرحمٰن، رجحانات التفسیر فی القرن الرابع عشر، مؤسسۃ الرسالۃ، السعودیۃ، ۱۹۹۷ء، ۰۱/ ۱۲۳
۱۱۔ محمد بن سعیدی، محمد مولای، التفسیر والمفسرین ببلاد شنقیط، دار یوسف بن تاشفین ومکتبہ الامام، اسلامیہ جمہوریہ موریتانیہ، ۲۰۰۸ء، ۱۴۲۹ھ، ص ۴۰۸
۱۲۔ ایضاً ص ۲۹
۱۳۔ السدیس، عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز، منہج الشنقیطی فی آیات الاحکام، جامعہ ام القری کلیۃ الشریعۃ، ۱۴۱۰ھ، ۰۱/ ۱۲۶، ۱۲۷
۱۴۔ البقرہ: ۴۰
۱۵۔ ایضاً، ۰۱/ ۱۲۷، ۱۲۶
۱۶۔ سورۃ المجادلہ: ۲۲
۱۷۔ التمیمی، احمد سید حسانین اسماعیل، الشنقیطی، ومنہجہ فی التفسیر، جامعہ القاہرہ، کلیۃ دار العلوم قسم الشریعۃ الاسلامیۃ ۲۰۰۱ء، ۰۱/ ۲۶۴
۱۸۔ عبداللہ ابراہیم العلوی الشنقیطی نے فقہِ مالکی کے اصولوں کو نظم مراقی السعود لمبتغی الرقی والصعود میں بیان کیا یہ نظم ایک ہزار اشعار پر مشتمل ہے
۱۹۔ الزرکشی، ابوعبداللہ محمد بن بہادر، البرھان فی علوم القرآن، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۳۹۱ھ، ۱۳/۰۱
۲۰۔ شاہ ولی اللہ، احمد بن عبدالرحیم، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، دارالمعرفہ، بیروت، ص ۱۳۸، ۱۳۹
۲۱۔ اضواء البیان، ۰۱/ ۰۷
۲۲۔ سورۃ البقرۃ: ۲۷۶
۲۳۔ سورۃ البقرۃ: ۲۲۹
۲۴۔ اگرچہ اس منہج پر اس سے پہلے بھی تفاسیر مرتب کی گئیں، جیسے تفسیر ابن کثیر، تفسیر طبری، تفسیر الصنعانی وغیرہ، مگر انہوں نے صرف اسی اصول کو ملحوظ رکھا اور ان کی یہ تصنیف اس منہج کی بہترین عملی شکل ہے، اس لیے عطیہ محمد سالم کے نزدیک یہ اس مسلک کی اولین تفسیر ہے، (منہج الشنقیطی فی آیات الاحکام، ۰۱/ ۱۲۷)
۲۵۔ سورۃ البقرہ: ۱۹
۲۶۔ البخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب فضل من علم وعلم، حدیث ۷۹۔ مسلم بن حجاج (م ۲۶۱ھ)، ابو الحسین النیشاپوری، الصحیح، کتاب الفضائل، باب بیان مثل مابعث من الھدٰی والعلم، حدیث: ۱۵۔
۲۷۔ اضواء البیان، ۰۱/ ۴۰
۲۸۔ اضواء البیان، ۰۱/ ۰۷

۲۹۔ الاصفہانی، ابوالقاسم الحسین بن عمر بن فضل، محاضرات الادباء، دار القلم بیروت ۱۹۹۹ء، ۰۱/ ۸۱
۳۰۔ سورۃ الاعراف: ۱۴۹
۳۱۔ سورۃ البقرۃ : ۵۴
۳۲۔ اضواء البیان، ۰۲/ ۲۴۳
۳۳۔ سورۃ النساء: ۸۴
۳۴۔ اضواء البیان، ۰۱/ ۲۴۶
۳۵۔ سورۃ البقرۃ: ۴۸
۳۶۔ اضواء البیان، ۰۱/ ۶۱
۳۷۔ سورۃ الانبیاء: ۲۸
۳۸۔ سورۃ الزمر: ۰۷
۳۹۔ سورۃ الشعراء: ۱۰۰
۴۰۔ سورۃ المدثر: ۴۸
۴۱۔ اضواء البیان، ۰۱/ ۶۱
۴۲۔ البقرۃ: ۱۹۸
۴۳۔ اضواء البیان، ۰۱/ ۸۹
۴۴۔ البقرہ: ۲۷۵
۴۵۔ النساء: ۲۳
۴۶۔ اضواء البیان، ۰۱/ ۱۵۹
۴۷۔ ایضاً، ۰۶/ ۴۸
۴۸۔ سورۃ الکہف: ۱۹
۴۹۔ اضواء البیان، ۰۴/ ۴۰
۵۰۔ سورۃ الحج: ۲۸
۵۱۔ اضواء البیان، ۰۵/ ۴۷۰
۵۲۔ سورۃ بنی اسرائیل: ۰۹
۵۳۔ سورۃ الاحزاب: ۱۵
۵۴۔ اضواء البیان، ۰۳/ ۳۴۴
۵۵۔ سورہ ال عمران: ۱۶۵
۵۶۔ سورہ ال عمران: ۱۵۲
۵۷۔ ایضاً، ۰۳/ ۳۳۶
۵۸۔ ایضاً، ۰۳/ ۳۳۶
۵۹۔ ایضاً، ۰۳/ ۳۱۳تا ۳۴۳
۶۰۔ ایضاً، ۰۳/ ۳۱۳تا ۳۴۳